دھوکے باز

ڈاکٹر وسیم صدیقی
10/8th Road North
Ahmadi - 61008
Kuwait

پل کی چڑھائی شروع ہوگئی تھی وہ رکشہ سے اُتر گیا۔ ارے بابو جی بیٹھے رہیے آپ تو اکیلے ہیں اور دبلے بھی یہاں تو تین تین سواریاں بیٹھی رہتی ہیں اور چڑھائی پر بھی نہیں اُترتیں۔ چڑھائی ختم ہوگئی تھی اور وہ دوبارا رکشہ پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ڈھلان شروع ہوگئی تھی اور رکشہ والے نے پیڈل چلانا بند کر دیا تھا اور رکشہ خدبہ خد بھاگ رہا تھا۔ وہ سوچنے لگا ہر آدمی کی زندگی میں اُتار چڑھاؤ رہتا ہے لیکن ان رکشہ والوں کی زندگی میں کتنی یکسانیت ہے۔ تقریباً ایک جیسی زندگی کتنے پیسے رکشہ کے مالک کو دینے ہیں انہیں پتہ ہے۔ روز ہی سواریوں سے پیسے کے لیے جھک جھک رکشہ والے ان سب چیزوں کے عادی ہوتے ہیں۔ بس ان کی زندگی کی راحت صرف اتنی ہوتی ہے کہ جب چڑھائی کے بعد ڈھلان آجائے تو انہیں تھوڑی دیر کے لیے راحت کا احساس ہوتا ہوگا۔

کیا نام ہے تمہارا اس نے رکشہ والے سے پوچھا۔ جی مادھو رکشہ والے نے مختصر سا جواب دیا تھا۔ کتنا کما لیتے ہو روز۔ وہ امریکا سے آیا تھا۔ جہاں لوگ پرسنل سوال پوچھنا نہیں پسند کرتے۔ لیکن یہاں کے ملکوں میں ایسی کوئی بات نہیں۔ تنخواہ تو سب سے پہلے پوچھی جاتی ہے۔ خاص طور پر اگر کوئی اپنا رشتہ لے کر پہنچتا ہے۔ کتنا کماتا ہے تو سب سے پہلے یہی سوال داغ دیا جاتا ہے۔ یہ ہمارے ایک دوست کا تجربہ ہے جب وہ ہریانہ کے کس شہر میں اپنی ایک کلاس فیلو کا ہاتھ مانگنے اسکے گھر گئے تھے۔ پہلے ہی سوال پر چت ہوگئے، ظاہر ہے M.A فائنل کا طالب علم کیا کماتا ہوگا۔ تنخواہ کے سوال پر بغلیں جھانکنے لگے۔ یہ امریکہ تو ہے نہیں جہاں طالب علم پڑھائی کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ کام بھی کرتے ہیں۔ چاہے وہ ویٹر یا ٹیکسی ڈرائیور ہی کی جاب کیوں نہ ہو۔ اور یہاں کا طالب علم والدین پر اچھا خاصہ منحصر اور یہاں تک کی اس کی شادی بیاہ کے بھی ایک بڑے خرچہ کی زمہ داری بھی والدین پر ہی اور وہ اس ذمہ داری کو بہت ہنسی خوشی اور جوش خروش سے نبھاتے ہیں۔ بہو کو گھر لائیں گے۔ پوتا پوتی کو کھلائیں گے وغیرہ وغیرہ وہ اپنے بارے میں سوچنے لگا اس کی بھی تو ایسی ہی زندگی تھی۔ ماں باپ نے اس کی شادی کی۔ شادی کے بعد وہ اپنی بیوی کو لے کر امریکہ سدھار گیا۔ پوتا پوتی سب امریکہ میں پیدا ہوئے اپنے ماں باپ کو وہ ان کے فوٹو بھیجتا رہا۔ اس کا ذہن یہی سب سوچنے لگا۔ وہ یہ بھی بھول گیا کہ اس نے رکشہ والے سے کوئی سوال کیا۔ اور اس وقت چونکہ جب رکشہ والا اس سے کہہ رہا تھا بابو جی میڈیکل کالج آگیا۔ اس کے جیب میں سو سو کے نوٹ تھے وہ رکشہ والے کو دے سکتا تھا۔ لیکن اسکے ذہن میں کچھ اور تھا۔ اس کا بڑا سا گھر جہاں اس کے ماں باپ اکیلے رہتے ہیں رکشہ والا اپنی فیملی کے ساتھ سروینٹس کوارٹر میں رہ سکتا ہے۔ وہ اس کو اچھی تنخواہ دے گا۔ اس کے ماں باپ کی تنہائی بھی کچھ کم ہوگئی۔ اس نے رکشہ والے سے کہا وہ اس کا انتظار کرے اسے تھوڑی دیر لگ جائے گی پھر اسے رکشہ پر کہیں اور بھی جانا ہے۔ ok بابو جی رکشہ والے نے جواب دیا تھا۔ اور وہ رکشہ والے کے اس جواب سے بہت محضوز ہوا تھا۔ ہوسکتا ہے بات چیت میں وہ ok وغیرہ کا استعمال کر رہا ہو اور رکشہ والے نے اس کا

مفہوم سمجھ لیا ہو۔

وہ کارڈیالوجی ڈپارٹمنٹ کے ہیڈ ڈاکٹر خان سے ملنے ان کے ڈپارٹمنٹ چلا گیا۔ وہ دونوں اس جوش وخروش سے ملے کہ اس پاس بیٹھے دل کے مریض دہشت زدہ ہو گئے۔ ڈاکٹر خان اس کا MBBS کا کلاس فیلو تھا دونوں پکے دوست ذہین اور شرارتی بھی۔ ڈاکٹر خان MBBS-MD-MRCP سب کر کے میڈیکل کالج میں پروفیسر اور ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ تھا اور وہ امریکہ چلا گیا تھا ایک بہترین سرجن ڈاکٹر خان نے آخری مریض کو دیکھا اور اسے لے کر اپنے چیمبر میں آ گیا۔ دونوں گھنٹوں بات کرتے رہے اپنی student life کی اور مختلف قسم کی شرارتوں کی جن کی وجہ سے وہ دونوں پورے میڈیکل کالج میں جانے جاتے تھے۔ اماں میرے بال اتنے سفید ہو گئے اور تمہارے سب کے سب کالے ڈاکٹر خان نے اس سے کہا تھا۔ سر کے بال پر کالک پوتی ہوئی ہے ورنہ مریض آپریشن نہیں کرائیں گے۔ سوچیں گے کہ سر کے بال سفید ہو رہے ہیں تو ہاتھ بھی کانپتا ہوگا۔ وہ ڈاکٹر خان سے مل کر واپس آنے لگا۔ ڈاکٹر خان نے کہا وہ تھوڑی دیر اور رکے تو وہ اسے چھوڑ دے گا۔ لیکن وہ بولا نہیں فکر کی بات نہیں میں رکشہ پر گھوم رہا ہوں بہت مزا آ رہا ہے پرانی یادیں تازہ ہو رہی ہیں۔ یاد ہے جب ہم تم اور روی ایک ساتھ رکشہ پر بیٹھے تھے اور تم رکشہ پر بالکل کنارے پر بیٹھے تھے اور پیسہ بھی نہیں دیتے تھے کہ میں تکلیف میں بیٹھا تھا وہ ڈاکٹر خان سے کہہ رہا تھا اور ڈاکٹر خان نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔ اسے یہ بات یاد آ گئی تھی۔

وہ ڈاکٹر خان سے مل کر میڈیکل کالج کے گیٹ سے باہر آ گیا۔ اس نے سوچا رکشہ والے اکیلے وہ کچھ کرے گا۔ اگر وہ اس کے گھر پر رہنے کے لیے نہیں تیار ہوا تب بھی کم از کم اس کو اتنا روپیہ دے دے گا کہ وہ خدا اپنا رکشہ خرید لے۔

رکشہ والا نہیں نظر آ رہا ہے اس نے ادھر ادھر دیکھا، اب وہ ہر طرف نظریں دوڑا رہا تھا اُس رکشہ والے کا کہیں پتہ نہیں تھا، آس پاس کے لوگوں سے رکشہ والے کے بارے میں دریافت کیا۔ کسی کو کچھ نہیں معلوم تھا۔ تھک ہار کر وہ گھر واپس آ گیا۔ اس کا داماغ بہت بوجھل ہو گیا اس کے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ رکشہ والا وہاں سے کیوں چلا گیا اور اس اُدھیڑ بن میں کئی گھنٹے گزر گئے اس کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ اخبار اٹھا کر پڑھنا چاہا پھر رکھ دیا کھانا کھانے سے بھی منع کر دیا۔ یکا یک اس کے دماغ میں ایک جھناکا ہوا۔ میڈیکل کالج کے تو دو گیٹ ہیں وہ شائد دوسرے گیٹ سے باہر نکل آیا تھا۔ اس نے اپنے ایک رشتہ دار کو بلایا تھا اور اس کی موٹر سائیکل پر آندھی طوفان کی رفتار سے میڈیکل کالج کے دوسرے گیٹ پر پہنچا تھا پتہ چلا تھوڑی دیر پہلے ایک رکشہ والا بڑ بڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔ کسی سواری نے اسے دھوکا دیا تھا۔

......☆......